اسلامی ریاست کے اہم ذرائع آمدن

عمران الحق کلیانوی*

ABSTRACT:

Well-being of any country depends on its economic system. As the economy establishes, it brings advancement and prosperity. Islam mentions different sources to generate revenue which plays a vital role in the betterment of state and condemns usury. It is the income which is gained collectively by the Islamic state or individually by its citizens. Such as: Zakat, Fitra, Inheritance, Charity, etc are the different sources of income of the Islamic state. In this way Islam provides a compact way of distribution of wealth that boosts up the economy and creates a vigorous society.

In this article different sources of income of the Islamic state has been discussed.

ایک کامیاب اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اس کی بقا کے لیے اسلامی تعلیمات میں جو ذرائع آمدن حلال اور جائز قرار دیے گئے ہیں وہ اتنے ہیں کہ اگر وہ فی الواقع اطلاقی اور عملی طور پر نافذ ہو جائیں تو مسلم ریاست سود سے پاک معاشی استحکام کے ذریعے ترقی کی منازل طے کر کے اپنی رعایا کو خوشحال اور اسلامی تعلیمات کے مطابق آسودہ زندگی فراہم کر سکتی ہے۔ ذرائع آمدن کے لفظ کو عموماً زکوۃ، خیرات اور عطیات تک محدود سمجھا جاتا ہے جبکہ حقیقت میں ذرائع آمدن کا مطالعہ کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا ذرائع کے علاوہ بھی کافی دیگر ذرائع آمدن بھی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ اموال ظاہرہ، اموال باطنہ، اموال فاضلہ، عشر، سبزی کا عشر، پھلوں کا عشر، کفارات، صدقات نافلہ، اوقاف، وصیت، میراث، ودیعت، ھبہ، قرض حسنہ یہ چند اہم اور تفصیل طلب ذرائع آمدن ہیں جو کہ اسلامی ریاست کے معاشی استحکام کے لیے از حد ضروری ہیں۔

اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ:

ظاہرہ کے لفظ سے بھی ظاہر ہے کہ مسلم رعایا کا وہ مال فقہاء اسلام کی نظر میں اموال ظاہرہ میں شمار ہوتا ہے جو عام طور پر مفت چراگاہوں میں چرنے والے مویشیوں، کھیتوں اور باغات کی پیداوار پر مشتمل ہو یا اس مال تجارت کو جو شہر سے باہر لے جایا جا رہا ہو اموال ظاہرہ میں شمار کیا ہے اور نقدی، زیورات وغیرہ باقی تمام قابل زکوٰۃ اموال کو اموال باطنہ قرار دیا ہے۔(۱)

چنانچہ علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

فمال زكوة نوعان ظاهر و هو المواشي والمال الذي يمر به التاجر علىٰ العاشر و باطن و هو الذهب والفضة و اموال التجارة في مواضعها(۲)

* ڈاکٹر، مفتی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ القرآن والسنۃ، کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی برقی پتا: imran_haqe@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۱۱ مارچ ۲۰۱۲ء

دراصل عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخینؓ کے ادوار تک تو اموال ظاہرہ و باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ کی وصولی حکومت اسلامیہ کا حق سمجھی جاتی تھی لیکن خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت تک سلطنتِ اسلامیہ کو کافی وسعت حاصل ہوچکی تھی اور قابل زکوٰۃ اموال کی کثرت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ اگر عاملین زکوٰۃ کو لوگوں کے گھروں اور دکانوں میں پہنچ کر ان کی املاک کی چھان بین کی اجازت دی جائے تو اس سے عوام الناس کو نہ صرف یہ کہ تکلیف ہوگی بلکہ ان کے مکانات، دکانوں، گوداموں اور محفوظ شخصی مقامات کی نجی حیثیت بھی مجروح ہوگی تو آپؐ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ صرف ان اموال کی زکوٰۃ حکومت کی سطح پر وصول کی جائے جن کی زکوٰۃ وصول کرنے میں یہ مضرت لاحق نہ ہو اور جن کے حساب کرنے کے لیے گھروں اور دکانوں کی تلاشی نہ لینی پڑے ایسے اموال اس زمانے میں صرف دو قسم کے تھے یعنی مویشی اور زرعی پیداوار۔ چنانچہ صرف ان کی زکوٰۃ آپ نے سرکاری سطح پر وصول کرنے کا اعلان فرمایا اور باقی اموال کو اموال باطنہ قرار دے کر ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود مالکان کے ذمہ قرار دے دی۔ بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور آیا تو انہوں نے شہروں کے باہر ایسی چوکیاں مقرر فرمادیں کہ جب کوئی شخص مال تجارت لے کر وہاں سے گزرے تو اس سے وہیں زکوٰۃ وصول کر لی جائے۔ اس موقع پر شہر سے باہر جانے والے مال تجارت کو بھی اموال ظاہرہ شمار کر لیا گیا۔ کیونکہ حکومت کو اس کے وصول کرنے اور اس کے حساب کرنے کے لیے مالکان کے گھروں، دکانوں اور نجی مقامات کی تلاشی کی ضرورت نہیں تھی۔ (۳)

چنانچہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

> **ظاھر قوله تعالٰی. خذ من اموالھم صدقة (الآیة) توجب اخذ الزکوٰۃ مطلقاً للامام و علٰی ھٰذا کان رسول اللہؐ والخلیفتان بعدہ، فلما ولّی عثمانؓ و ظھر تفید الناس کرہ ان یفتش السعاۃ علی الناس مستور اموالھم، ففوض الدفع الی الملاک نیابة عنه و لم یختلف الصحابة فی ذالک علیه**(۴)

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

> **لم یکن جائزاً للسعاۃ دخول احرازھم ولم یجز ان یکلفوھم احضارھا.**(۵)

عبارات بالا کا مفہوم یہی ہے کہ عہد نبویؐ تا عہد شیخینؓ کل مال حکومت کی نظر میں تھا اور زکوٰۃ کی وصولی حاکم پر واجب تھی لیکن جب حضرت عثمانؓ کے زمانے میں لوگوں کے حالات بدل گئے تو اب مال کی تفتیش کے لیے کارکنان کے لیے مناسب نہیں کہ لوگوں کے اموال مستورہ کا جائزہ لیں اس لیے حاکم کی نیابت کرتے ہوئے خود صاحبِ مال بھی زکوٰۃ ادا کرے۔

اموال فاضلہ:

مذکورہ بالا دو قسموں کے علاوہ مال کی ایک قسم "اموال فاضلہ" بھی ہے۔ اموال فاضلہ کی درجہ ذیل اقسام ہیں:

نمبر۱:　مسلمان یا ذمی لاوارث کا ترکہ　　نمبر۲:　(العیاذ باللہ) اگر مسلم مرتد ہوجائے تو اس کی جائیداد

نمبر۳:　اوقاف　　نمبر۴:　حربی کا وہ مال جو مسلمان کو بطور تحفہ دے۔

نمبر۵:　ذمیوں کا وہ مال و دولت جسے وہ عقدِ ذمہ توڑ کر اور بھاگ کر جاتے ہوئے چھوڑ جائیں۔

نمبر۶:　تاوانِ جنگ　　نمبر۷:　معادن کا ۱/۵　　نمبر۸:　رکاز، دفینوں کا ۱/۵

نمبر۹:　سمندر سے حاصل شدہ پیداوار کا ۱/۵　　نمبر۱۰:　مالِ غنیمت کا ۱/۵

نمبر۱۱:　ضوائع اور لقطہ یعنی گرا پڑا مال یا کسی مسلمان کی جائیداد جو لاوارث مر جائے یا صرف بیوی یا صرف خاوند چھوڑ کر مرے۔

عُشر

اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ میں سرفہرست عشر کو شمار کیا جاتا ہے چنانچہ فقہائے کرامؒ نے زمینی پیداوار کے عشر کو بھی زکوٰۃ ہی کی ایک قسم میں شمار کیا ہے اور اس کے وجوب کے ثبوت کے لیے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال فرمایا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض(۶)

''اے ایمان والوں، تم اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کیا کرو اور اس میں سے جو ہم نے تمھارے لیے زمینی پیداوار نکالی۔''

امام ابو بکر الجصاصؒ کی صراحت کے مطابق اس آیت میں "انفقوا" سے مراد زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور یہ حکم زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کو بھی شامل ہے۔(۷)

دوسرا استدلال مندرجہ ذیل آیت سے کرتے ہیں۔

واتوا حقّه یوم حصاده(۸)

''اور تم دے دیا کرو (پیداوار) زمین کا حق کھیتی کاٹنے والے دن۔''

امام قرطبیؒ کے قول کے مطابق آیت مذکورہ میں زمین کی پیداوار یعنی عشر ہی مراد ہے۔ ابو جعفر طبریؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ''حقہ'' سے مراد زمینی پیداوار کا عشر اور نصف عشر مراد ہے(۹)۔ اس آیت کی وضاحت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل کی ہے۔

''نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جس کھیت کو برساتی پانی وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو تو اس میں پیداوار کا دسواں حصہ دینا ہوگا اور جس کی کھیتی کو پانی کھینچ کر خود سیراب کیا جائے تو اس میں بیسواں حصہ دینا ہوگا۔''(۱۰)

یہاں یہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کھیتی کی آبیاری اگر قدرتی ذرائع سے یعنی برسات یا برساتی نالے ندیوں وغیرہ سے ہوگئی ہو تو اس میں پیداوار کا عشر ہے اور اگر سیراب کرنے میں مالک نے اپنی محنت صرف کی ہو، کنواں کھودا ہو یا جدید مشینری کے ذریعہ پانی کی ترسیل کا انتظام کیا ہو تو اس میں نصف العشر ہوگا۔

سبزی پر عشر

ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ یہ کہتے ہیں کہ ترکاری وغیرہ پر عشر واجب نہیں ان کے نزدیک عشر صرف ان چیزوں پر ہے جو سڑنے والی نہ ہوں ان کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ ترکاریوں پر وجوب عشر کے قائل ہیں لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ وجوب عشر دیانۃً ہے فیما بینہ وبین اللہ اور عامل کی جانب سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہوگا۔(۱۱)

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابوزفرؒ کے نزدیک کھیتوں کی پیداوار کا کوئی نصاب متعین نہیں بلکہ ہر قلیل وکثیر پیداوار پر عشر واجب ہے۔جبکہ امام ابو یوسفؒ کی رائے میں جب عشری زمین کی پیداوار پانچ وسق تک پہنچ جائے تب بھی عشر واجب ہے اور بخاریؒ شریف کی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔آج تک تعامل پانچ وسق والی حدیث پر رہا ہے۔

کھیتوں کی زکوٰۃ ان کی فصل پکنے اور کاشت کے وقت واجب ہوتی ہے مختلف اناج مثلاً گندم، جو، چنا، دھان وغیرہ کو ملا کر ایک نصاب بنایا جا سکتا ہے۔(۱۲)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر قسم کے پھلوں میں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ امام شافعیؒ صرف کھجوروں اور انگوروں میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل ہیں۔(۱۳)

امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ اور اہل کوفہ کے ہاں شہد میں زکوٰۃ واجب ہے۔امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور بعض محدثین کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ واجب نہیں لیکن حضرات کی کوئی دلیل مرفوع حدیث یا کسی صحابی کے اثر سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔جبکہ قول اوّل والوں کے پاس احادیث موجود ہیں۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم فی العسل فی عشرۃ ازق زق.(۱۴)

''آپؐ نے فرمایا ہے کہ ہر دس ازق شہد میں ایک زق واجب ہے۔''

''زق'' چمڑے کا ایک خاص پیمانہ یا برتن مراد ہے جو شہد کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

اس حدیث میں اگرچہ کچھ کلام ہے تاہم دیگر روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے جو اس کی شواہد کے طور پر مؤید ہیں۔

ابن ماجہ میں حضرت ابوسیارہؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قلت یا رسول اللہؐ: ان لی نحلاً قال ادالعشر(۱۵)

''میں نے کہا کہ یارسول اللہؐ میرے شہد کے چھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا اس کا عشر دیا کرو۔''

نیز ابن ماجہ ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے:

عن النبیؐ انہ اخذ من العسل العشر(۱۶)

اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں، حضرت سیدنا ابوھریرۃؓ کی روایت میں آتا ہے:

کتب رسول اللہؐ الی اھل الیمن ان یؤخذ من اھل العسل العشور(۱۷)

''آپؐ نے اہل یمن کے لیے (وہاں کے عاملوں کو) لکھا تھا کہ شہد کے چھتے والوں سے عشور وصول کیے جائیں۔''

اگر شہد عشری زمینوں میں پایا جائے تو اس پر عشر واجب ہوگا اور اگر یہ شہد خراجی زمینوں میں پایا جائے یا پہاڑوں، جنگلوں، باغوں وغیرہ میں ملے تو اس میں کچھ نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ جنگلی پھل کی مانند ہوگا۔(۱۸)

امام حضرت ابو یوسفؒ کے نزدیک نصاب یہ ہے کہ قیمتاً پانچ وسق ہو اور حضرت امام ابو حنیفہؒ تو ہر قلیل و کثیر مقدار پر واجب قرار دیتے ہیں۔(۱۹)

مویشیوں کی زکوٰۃ

جس طرح زمینی پیداوار پر زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے اسی طرح مسلمان جو مویشی پالتے ہیں تو ان پر بھی چند شرائط کے پائے جانے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے۔

نمبر۱: پہلی شرط یہ ہے کہ جو جانور چرنے والے ہوں اور وہ سال کا بیشتر حصہ جنگل میں چرتے ہوں تاکہ محنت و مشقت کم اور نفع و نسل کشی زیادہ ہو۔ گھر پر بندھے ہوئے اور مول کا گھاس دانہ وغیرہ کھانے والے مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں۔(۲۰)

یہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کی رائے ہے۔ البتہ امام مالکؒ ہر قسم کے مویشیوں پر زکوٰۃ فرض قرار دیتے ہیں۔

نمبر۲: دوسری شرط یہ کہ ان جانوروں کو کسی خاص شخص کی ملکیت میں رہتے ہوئے پورا سال گزر جائے تاکہ اس دوران نسل پوری ہو جائے۔ اس کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سال گزرنے سے پہلے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

نمبر۳: تیسری شرط یہ ہے کہ وہ جانور کھیتی باڑی میں کام نہ آتے ہوں کیونکہ کھیتی باڑی کی پیداوار پر جو عشر یا نصف عشر لاگو ہے اس میں کھیتی باڑی میں کام کرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ بھی شامل ہوتی ہے۔(۲۱)

اموال فاضلہ:

مذکورہ مدّات کے علاوہ جو متفرق آمدنیاں بیت المال کی ملک قرار دی جائیں، ان سب کو ''اموالِ فاضلہ'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی مسلمان یا ذمی کا انتقال ہو جائے اور وہ لاوارث ہو تو اس کا مال بیت المال کا حق ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان العیاذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب کو فرار ہو جائے تو اس کا تمام مال ضبط ہو کر بیت المال کی ملکیت ہو جاتا ہے۔(۲۲)

دیگر ذرائع آمدن:

کفارہ

اسلام نے مختلف غیر مشروع کام کے انجام دینے پر کچھ مالی جرمانہ عائد کیا ہے جس کو '' کفارہ'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً

قصداً نقضِ صوم یعنی جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ، حانث یعنی قسم توڑنے والے کا کفارہ، کفارہ ظہار، حالتِ احرام میں جنابت کرنے کا کفارہ ترمذی کی ایک روایت سے (۲۳) معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر رمضان کے روزے کو توڑنا کھانا پینا یا جماع کر لینے سے کفارہ حسبِ ترتیب لازم ہوتا ہے۔(i) غلام آزاد کرے (ii) یا لگاتار ساٹھ روزے رکھے (iii) اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ساٹھ روزوں کے کفارہ کا غلہ فی روزہ پونے دو سیر گیہوں کے حساب سے ادا کیا جائے یا اتنی مقدار کی قیمت دی جائے۔

ایک روزہ توڑنے کا کفارہ گیہوں کی صورت میں دو من پچیس سیر گیہوں ہے۔ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک دن میں دو سیر گیہوں دیے جائیں یا ایک مسکین کو ہر روز پونے دو سیر گیہوں دے دیا جائے ساٹھ دن تک دیتے رہیں۔(۲۴)

فدیہ

کسی شخص کو دائمی مرض لاحق ہو اور صحت کی کوئی امید نہ رہی ہو اور آخری دم تک روزہ رکھنے کی طاقت لوٹنے سے بالکل مایوس ہو چھوٹے اور ٹھنڈے ایام میں بھی روزے رکھنے کی طاقت نہیں تو ایک روزے کے عوض ۲ء۵۲ کلو گیہوں کی قیمت کسی مسکین کو دے دے۔(۲۵)

کفارہ یمین

یمین منعقدہ کو توڑنے پر قرآن پاک میں یہ کفارہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے درمیانی درجہ کا جو ہم خود کھاتے ہوں یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے جائیں یا ایک گردن غلام باندی آزاد کر دی جائے۔اگر ان باتوں کی استطاعت نہ ہو تین دن کے روزے رکھے جائیں۔(۲۶)

ایلاء کا کفارہ:

شوہر جب چار مہینے تک بیوی سے ترک تعلق کی قسم کھالے تو اسے ''ایلاء'' کہتے ہیں اگر یہ قسم توڑ دے تو اس پر بھی کفارہ یمین ہے۔

محرم کے شکار کا کفارہ

قرآن حکیم میں احرام کی حالت میں خشکی کا جانور شکار کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، اگر کوئی کر لے تو اس پر کفارہ لاگو ہوتا ہے۔(۲۷)

صدقۃ الفطر

اس صدقہ کا مقصد معاشرے کے نادار افراد کی امداد ہے۔اس کا نصاب یہ ہے کہ سونے، چاندی، مالِ تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کی جائے ان پانچوں کے مجموعے یا ان میں سے بعض ۸۷ء۹۷ گرام سونے یا ۵۳ء۶۱۲ گرام چاندی کے برابر ہو جائے تو صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔تین جوڑے کپڑوں سے زائد لباس اور ریڈیو اور ٹی وی انسانی حاجات میں داخل نہیں ہیں۔اس لیے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔(۲۸)

صدقات نافلہ

اسلامی ریاست کے ذرائع آمدنی کی ایک مد صدقات نافلہ بھی ہے کیونکہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ بھی اسلام نے حاجتمندوں کی وقتی حاجت کے لیے انفرادی عطایا کو عمل خیر کہہ کر اس کے لیے ترغیب دی ہے اور دنیا و آخرت کے اجر و ثواب کو نعم البدل بتا کر قرآن عزیز اور احادیث نے اس کے متعلق جگہ جگہ خرچ پر آمادہ کیا ہے۔

اوقاف

بیت المال کے ذرائع آمدنی اور انفاق فی سبیل اللہ کے اخلاقی وسائل میں سے ایک بہترین وسیلہ "وقف" بھی ہے۔ اس لیے اسلام کے معاشی نظام نے اس کے اجراء اور توسیع کے لیے بہت زیادہ ترغیب دی ہے اور صحابہ کرامؓ نے اس کا عملی مظاہرہ کر کے اس کو مستحکم اور مضبوط بنا دیا۔

وصیت

وصیت بھی ایک حلال ذریعہ آمدنی ہے اس میں کوئی ایک شخص دوسرے شخص کا مال بغیر کسی محنت کے اور بلا کسی معاوضہ کے محض وصیت کی بنا پر جائز اور حلال طریقے سے پالیتا ہے۔(۲۹)

میراث

میراث وہ مال و جائیدا ہے جو کسی کے مرنے پر خواہ شرعاً اس کے دونوں وارثوں پر تقسیم ہو یا وصیت کے ذریعے کسی اور کو ملے۔

اگر صحیح طور پر اس کو اختیار کیا جائے اور سوسائٹی میں اس کا روج عام ہو جائے تو نہ اس سے سرمایہ دارانہ دولت پیدا ہونے کا امکان باقی رہتا ہے اور نہ افراد و اشخاص کے درمیان افلاس و فاقہ مستی کو فروغ ہو سکتا ہے۔(۳۰)

عاریت

کسی شخص کا اپنی ملکیت کے منافع کو بغیر معاوضے کے دوسرے کی ملک بنا دینا اسلامی نقطہ نظر سے "عاریت" کہلاتا ہے۔اور اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

ہبہ

اجتماعی معاشی نظام میں ''ھبہ'' بھی ایک مفید طریقہ کار ہے بشرط یہ کہ واھب کا مقصد نیک ہو اور حقوق اللہ (زکوٰۃ و صدقات) اور حقوق العباد (دوسرے انسانوں کے عائد شدہ حقوق) میں سے کسی کی حق تلفی پیش نظر نہ ہو، اس لیے اس کی افادیت کی شکل یہ ہے کہ ایک متمول شخص اگر اپنے ذاتی حقوق اور اجتماعی حقوق سے سبکدوش ہونے کے بعد فاضل مال پاتا ہے تو اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ اس فاضل پونجی کو حاجت مندوں کی حاجت میں صَرف کرے اور اس انفاق کی مختلف راہوں میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ ''نقد'' یا ''مال'' کسی ضرورت مند کو ھبہ کر دے۔(۳۱)

خلاصہ بحث:

اگر یہ تمام ذرائع آمدن عملی شکل میں نافذ کیے جائیں تو نہ صرف یہ کہ ریاست مضبوط اور مستحکم ہوگی بلکہ حلال ذرائع آمدن سے عوام الناس کو معاشی آسودگی حاصل کرنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے۔

مراجع وحواشی

(۱) عثمانی، محمد تقی، بینکوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم، ص ۳۱، ۴۱ کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، س۔ن

(۲) کاسانی، الامام علاء الدین ابی بکر بن مسعود، البدائع الصنائع، ج ۲ ص ۵۳، کراچی، ایچ۔ایم سعید کمپنی

(۳) عثمانی، محمد تقی، ایضاً ص ۴۱، ۵۱

(۴) ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، الفتح القدیر، ج ۱ ص ۴۸۷، قاھرہ، مطبعۃ الامیریۃ الکبری ۱۳۱۵ھ

(۵) جصاص، ابوبکر، احکام القرآن، ج ۳ ص ۱۵۵، قاھرہ، مطبعۃ السلفیۃ، ۱۳۲۵ھ

(۶) القرآن ۲:۲۶۷　(۷) جصاص، ابوبکر، ایضاً، ج ۱ ص ۳۴۵　(۸) القرآن ۶:۱۴۱

(۹) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تفسیر طبری، ج ۲۱ ص ۱۶۱، ۱۵۸ مصر، مکتبۃ البابی الحلبی، س۔ن

(۱۰) البخاری، محمد بن اسمٰعیل، الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ باب فیما یسقیٰ من السماء، ج ۱ ص ۲۰۱، کراچی، ایچ ایم سعید، س۔ن

(۱۱) عثمانی، محمد تقی، درس ترمذی، ج ۲ ص ۴۵۶، کراچی، مکتبہ دار العلوم، ۱۴۱۵ء

(۱۲) غفاری نور محمد، اسلام کا قانونِ محاصل، ص ۷۵، ۷۴ لاہور، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۸۹ء　(۱۳) ایضاً ص ۷۵، ۷۴

(۱۴) ترمذی، امام ابوعیسی، الجامع الترمذی، باب ماجاء فی زکوٰۃ العسل، ج ۱ ص ۱۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی

(۱۵) ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینیۃ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۱، کراچی، نور محمد کتب خانہ، س۔ن　(۱۶) ایضاً

(۱۷) عبدالرزاق، مصنف عبدالرزاق، کتاب الزکاۃ، ج ۶ ص ۳۴، مصر، مطبعۃ الازہر، س۔ن

(۱۸) شیخ نظام الدین، فتاویٰ عالمگیری، ج ۱ ص ۷۶۹، کوئٹہ مکتبہ رشیدیہ، س۔ن

(۱۹) امام ابویوسفؒ، کتاب الخراج، ص ۷۰، قاہرہ، مکتبہ سلفیہ، ۱۳۸۲ھ

(۲۰) الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ ص ۱۱۱، قاھرہ، مطبعۃ الجمھوریۃ التجاریۃ، س۔ن

(۲۱) ابن سلام، ابوعبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال (اردو) ص ۳۸۲، ۳۸۱، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۹ء

(۲۲) سیوھاروی، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۵۴، لاہور، مکتبۂ لاہور، س۔ن　(۲۳) ترمذی، ایضاً، ج ۱ ص ۱۵۴

(۲۴) محمد کفایت اللہ، مفتی، کفایت المفتی، ج ۴ ص ۲۲۹، ملتان، مکتبہ حقانیہ، س۔ن

(۲۵) رشید احمد، مفتی، احسن الفتاویٰ، ج ۵ ص ۷۴۷، کراچی، ایچ۔ایم سعید کمپنی، ۱۴۱۲ھ　(۲۶) القرآن ۵:۹۸

(۲۷) القرآن ۵:۵۹　(۲۸) رشید احمد، مفتی، ایضاً، ج ۴ ص ۳۷۳

(۲۹) محمد طاسین، مولانا، اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات، ص ۳۰۲، کراچی، مجلس علمی فاؤنڈیشن، ۱۹۹۷ء

(۳۰) ایضاً ص ۳۱۴　(۳۱) سیوھاروی، حفظ الرحمٰن، ایضاً ص ۳۲۳